قسط نمبر (۶)　　رشحاتِ قلم: شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

حرمین الشریفین میں میری پہلی حاضری

پینتالیس سال قبل سفر حج کے احوال و مشاہدات لکھی گئی ڈائری کے اوراق

وصال محبوبؐ کے صبح و شام : مدینہ کی روح پرور بہاریں

پینتالیس سال قبل میری پہلی حرمین الشریفین حاضری کے سلسلہ میں مارچ کے شمارہ میں حرمین الشریفین سے میرے بھیجے ہوئے خطوط اور جواب میں حضرت والد ماجد قدس سرہ کے والا نامے شائع ہوئے ہیں جس سے قیام حرمین کے حالات پر اجمالی روشنی پڑتی ہے۔ قارئین نے اسے بے حد پسند کیا' سفر کے دوران ایک چھوٹی سی جیبی ڈائری میں ضروری حالات روزنامچہ کی شکل میں نوٹ کرتا رہا مگر وہ ڈائری تلاش کے باوجود نہیں مل رہی تھی' مارچ کے شمارہ میں سفر حج کی مراسلاتی رپورٹ پڑھ کر کسی اللہ کے بندہ کی دعا قبول ہوئی اور گمشدہ ڈائری کاغذوں کے انبار سے مل گئی اور آج الحمدللہ اس ڈائری کے نوٹس نذر قارئین کئے جا رہے ہیں۔ واضح رہے کہ اس وقت ۲۴۔۲۵ سال کے عمر میں احساسات میں نہ وہ پختگی تھی نہ تاثرات میں گہرائی جبکہ تحریر کا بھی کوئی تجربہ نہیں تھا نہ اس کی اشاعت کا تصور تھا' ڈائری کے ایک ہی صفحہ پر یادداشت کو محدود کرنا پڑتا' پینتالیس سال کے بعد اب وہ نقشے بدل گئے اصاغر' اکابر اور اکابر اپنے وقت کے آئمہ رشد و ہدایت بن گئے ہیں' وسائل انتہائی محدود اور سہولتیں عنقا تھیں مگر میں انہی نقوش اور مناظر کو تقریباً نصف صدی بعد اپنے قارئین کو دکھانا چاہتا ہوں اس لئے ڈائری میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ حک و اضافہ اور ترمیم کئے بغیر اصل شکل میں پیش ہے۔ کسی ضروری تشریح اور توضیح کو حاشیہ میں رکھا گیا ہے۔ [(مولانا) سمیع الحق]

۲۵/ ذیقعدہ بروز پیر :

مدینہ میں مصری زائرین و زائرات کا ہجوم ہے' مسجد شریف نماز سے ایک گھنٹہ قبل بھی پوری بھر جاتی ہے'

ایک مصری قاری اور ایک مصری داعی: آج نماز فجر کے بعد ایک جید قاری المقری کی تلاوت سے بڑا لطف آیا۔ میں نے بعد از فراغت مصافحہ کیا اور نام پوچھا تو انہوں نے قاری عبدالحق القاضی المصری بتایا' بعد از نماز عصر ایک بھاری بھر کم جسم کے متشرع شکل و صورت کے ایک مصری عالم کی تقریر سنی' انداز بیان داعیانہ اور مجاہدانہ تھا' ایک مصری عالم کی زبان سے یورپی تہذیب عریانی اور بے پردگی اور مغربی تمدن پر شدید تنقید سن کر خوشی ہوئی بعد از مصافحہ انہوں نے اپنا نام صالح بن محمد بتایا۔ کثر اللہ امثالھم.

صوفی منظور حسین: مولانا منظور حسین ایک فقیر منش انسان' مدینہ طیبہ میں مدت سے مقیم ہیں' ان کی زیارت کرنے

گیا بوجہ تعارف سابقہ بڑے تپاک سے ملے شہد کا شربت پلایا اور تصوف وسلوک پر عارفانہ کلام کیا' اور بہت دعائیں دیں۔ بیت غلام محمد (پاکستان ہاؤس) حضرت مولانا بنوری سے ملاقات رہی۔

۲۶ر ذیقعدہ ۸۳ھ۔ ۸ر مارچ بروز منگل:

الوداعی ملاقاتیں: مولانا حامد فرغانی کے ہاں الوداعی ناشتہ پر مدعو تھے' دیر تک وہاں ان سے علمی گفتگو رہی اور دینی احوال پر بات چیت رہی بظاہر یہ ان سے ہماری الوداعی ملاقات تھی۔ مدرسۃ الشرعیۃ میں مولانا انعام کریم صاحب نے میرے بعد از حج مجوزہ سفر شام واردن کے سلسلہ میں جدہ کے ہندی سفارتخانہ کے مولانا خالد سیف اللہ صاحب اور دمشق کے سفارتخانہ میں جناب محمود الحسن صاحب کے نام تعارفی خطوط دیئے اول الذکر والد صاحب کے زمانہء تدریس دیوبند کے حدیث میں شاگرد ہیں اور مدینہ میں ان سے ملاقاتیں رہیں۔

مولانا سید احمد مدنی کا قصیدۂ مخطوطہ: مولانا نے مدرسۃ الشرعیۃ کے کتب خانہ میں حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کے بھائی مولانا سید احمد مہاجر مدنی بانی مدرسہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک قصیدہ بھی دکھایا' مدرسہ الشرعیہ بوجہ موسم حج بند تھا اور سوڈان ونائیجریا کے حجاج سے بھرا پڑا ہے۔ وہاں سے سوق قماش گئے اور بعض ضروری اشیاء خریدے۔

شیخ بن باز کے گھر: بعد از عصر عبداللہ کاکاخیل اور برادرم حسن جان کی معیت میں شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نائب رئیس جامعہ اسلامیہ کے مکان گئے جو بہت بڑی کوٹھی تھی' اور مہمان خانہ نہایت قیمتی مرصع کرسیوں اور قالینوں سے سجا تھا۔ شیخ سے مصافحہ ہوا اور مختصر باتیں ہوئیں' عبداللہ نے ہمارے سفر شام وغیرہ کیلئے تعارفی اور تصدیقی اوراق کی خواہش ظاہر کی' انہوں نے بخوشی مدینہ سے مکہ معظمہ جانے اور تبوک کے راستہ واپسی کے لئے کاتب سے ورقات لکھوائے اور بٹوہ سے خاتم (مہر) نکال کر کاتب سے مہر لگوائے۔ شیخ کا خاتم رومال سے بندھے ہوئے ایک بٹوہ میں پڑا رہتا ہے' ان کی سادگی اور بے تکلفی سے قرون اولیٰ کے علماء کی یاد تازہ ہوجاتی ہے' وہاں سے مسجد نبوی آئے شارع عینیہ تک میدان بھی بھرا ہوا تھا' بمشکل مسجد کے اندر جگہ مل سکی۔

۲۷ر ذیقعدہ ۸۳ھ۔ ۹ر مارچ بروز بدھ:

ایک ترکی طالب علم دوست: بعد از عصر ترک دوست طالب علم علی سرتر ' کی خواہش پر ان کے ہاں گئے ان سے مسجد نبوی پہونچنے پر پہلے دن معتکف میں ملاقات ہوگئی تھی' ترکی کے داعی سعید نوری سے متاثر اور ان کی تحریک سے وابستہ ہیں' بے حد خلوص اور محبت کا اظہار کرتے رہے' ان کے دینی جذبات سے لبریز باتوں کا بڑا اثر ہوتا ہے' انہوں نے بطور یادگار ایک تسبیح اور ایک طغری اور ترکی کی دو مناظر (سینریاں) والے کارڈ دیئے۔ دمشق کے بعض احباب کے نام تعارفی خطوط دینے کی بھی خواہش ظاہر کی اور آئندہ خط وکتابت اور مراسلت کی تاکید کی۔ علی سرتر نے جامعہ کے موجودہ تعلیم پر بے اطمینانی کا اظہار کیا اور آئندہ نہ آنے کا ارادہ ظاہر کیا۔

شیخ عباسی کے والد ماجد اور مفتی محمود کیلئے تحفہ: مکان پر شیخ عباسی مدظلہ کے ہاں مجلس رہی، شیخ نے والد ماجد کے لئے شوگر ٹسٹ کرنے کے لئے ٹسٹ ٹیوب دیا جو انہیں افریقہ سے تحفۃً آیا تھا ان کو بھی والد ماجد مدظلہ کی طرح ذیابیطس کی تکلیف ہے، نیز مجھے حزب الاعظم کا ایک نسخہ عطا فرمایا، ایک نسخہ میں نے مولانا مفتی محمود صاحب کیلئے ان کے تقاضا پر مزید لیا اور پاکستان ہاؤس جا کر انہیں دیا۔

۲۹ ذیقعدہ ۸۳ھ۔ ۱۱ مارچ بروز جمعہ:

جدائی کی گھڑیاں سر پر: آج مدینہ طیبہ سے روانگی کا ارادہ ہے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ جدائی کی گھڑی سر پر آ گئی۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد
الفراق۔ الفراق ۔ الوداع الوداع یارسول اللہ

کل رات سے مجھے زکام اور انفلوئنزا کی شکایت ہے۔ اے اللہ میری گستاخیوں اور نالائقیوں کی تلافی اس سے کرا دے، بہت جلدی جمعہ کیلئے مسجد جانا ہوا۔ باب الرحمۃ سے داخل ہوئے تو شدت اژدہام کی وجہ سے بڑی مشکل سے جگہ ملی۔ شیخ عبدالعزیز صالح نے حج کی اہمیت پر خطبہ دیا، نماز فجر کے بعد بھی انہوں نے اس موضوع پر یومیہ درس دینے کا اعلان کیا تھا۔ بعد از نماز جمعہ شیخ عباسی کے ہاں الوداعی کھانے پر مدعو تھے، کھانے میں شریک ہوئے۔

شیخ عباسی کی قیام مکہ کے بارہ میں خصوصی نصائح: حضرت نے خصوصی نصائح و ہدایات سے نوازا، فرمایا ''مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران زیادہ وقت حرم شریف میں گزارا کرو اور اس تصور سے خانہ کعبہ کو ہر وقت دیکھتے رہو کہ تجلیات ربانی اس پر نازل ہو کر میرے قلب میں جاگزین ہو رہی ہیں اور اکثر وقت قضا شدہ نمازوں، نوافل تلاوت اور ذکر اللہ میں گزرنا چاہیے۔ تمہارا قیام مدرسہ صولتیہ میں ہے جو تبلیغی مرکز ہے مگر زیادہ وقت انکے ساتھ نہ گزرنے پائے، انکا کام بہت اعلیٰ وارفع ہے مگر مقصد اصلی تمہارا حرم کعبہ کے فیوض و برکات حاصل کرنا ہے۔ اسی طرح سیاسی قسم کے لوگوں کیساتھ وہاں وقت نہ ضائع کریں نہ کسی کیساتھ علمی مباحث اور مناظروں میں پڑیں، کسی پر تنقید نہ کریں اس قسم کے مباحث علیہ سے بچیں جس میں لامحالہ غیبت آ جائے اور کدورت قلبی پیدا ہو'' قبل از دو پہر شیخ نے =لطیفہ سر= کی تعلیم دی اور بالکل الگ اور تنہائی میں کافی دیر تک مراقبہ کرا کر توجہ دی اور اس پر مداوت کرنے کی شدت سے تاکید کی اللہ کرے کہ ۔

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

کا مصداق نہ بنوں ورنہ تہی دستی تو ڈھکی چھپی نہیں۔

مولانا بدر عالمؒ سے الوداعی ملاقات: بعد از عصر حضرت الشیخ مولانا بدر عالم (۱) سے رخصت لینے ان کے

---

(۱) یہاں عالم اسلام کے تین جلیل القدر شخصیات سے ملاقات اور الوداعی زیارت کا ذکر ہے (۱) محدث جلیل مولانا بدر عالم میرٹھی (۲) مولانا شیر محمد سندھی مہاجر مدنی (۳) عالم اسلام کے داعی کبیر شیخ مصطفیٰ السباعی (دمشق) کا اور یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ ان ملاقاتوں کے بعد سال ڈیڑھ سال کے اندر علم وہدایت کی یہ شمعیں یکے بعد دیگرے بجھ گئیں ___ میرے اس سفر حرمین کی برکات میں سے ایک نقد برکت کا ظہور اسطرح ہوا کہ حج سے واپسی پر ایک سال کے اندر ۶۵ء میں اللہ تعالیٰ نے شدت سے دل میں یہ داعیہ پیدا کیا کہ ایک وقیع علمی دینی مجلہ کا دارالعلوم حقانیہ سے اجراء ہونا چاہیے اور اسکو اعلاء حق اور باطل کے قلع قمع کا علمی نظری اور فکری محاذ بنایا جائے' ایک دور افتادہ گاؤں پٹھانوں کا علاقہ اور گردوپیش میں اردو زبان وادب اور ادباء اور اہل قلم کا ماحول نہیں تھا نہ مجھے تحریر وانشاء کا کوئی سلیقہ نہ کسی دو ورقہ پرچے کی ادارت کا تجربہ' حضرت والد ماجد قدس سرہ سے اس معصومانہ خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے بھی مذکورہ مشکلات اور ناسازگار حالات کا ذکر کیا اور فرمایا یہ بڑا مشکل ہوگا اس کیلئے تو دہلی لکھنؤ دیوبند' اعظم گڑھ' علیگڑھ' لاہور' کراچی کا ماحول ہونا چاہیے۔ میں نے ڈرڈر کر عرض کیا کہ اس دور افتادہ گاؤں (جسے وہ مکہ کے وادی غیر ذی ذرع سے تشبیہ دیتے تھے) میں دارالعلوم حقانیہ قدرت کا ایک معجزہ ہے۔ تو کسی علمی رسالہ کی کامیابی بھی آپکی کرامات میں اضافہ بن سکتی ہے' بہر حال مجلہ ''الحق'' کا پہلا پرچہ ستمبر ۶۵ء میں شائع ہوا' جو مشہور پاک بھارت جنگ کا وقت تھا' اس پہلے پرچے کا اداریہ میں نے رات کو بلیک آؤٹ کے دوران گھر کے بند کمرے میں موم بتی کی روشنی میں لکھا' پرچہ شائع ہوا' اور پہلے ہی پرچہ کو برصغیر پاک وہند کے اجلہ علم وفضل اور مشاہیر علم وادب نے زبردست خراج تحسین پیش کیا' اور آج تک پینتالیس سال سے یہ شمع حق بلاناغہ باطل کے طوفانوں سے نبرد آزما ہے یہ ایک تمہیدی اور ضمنی بات تھی مگر طویل ہوگئی عرض یہ کرنا تھا کہ اب میرے ہاتھ میں الحق کی شکل میں دنیائے علم وفضل اور گردوپیش کے تغیرات تبدلات پر اپنے احساسات اور آراء کے اظہار کا ایک مضبوط منبر ومحراب تھا' مذکورہ تینوں جلیل القدر شخصیات کے جدائی پر میں نے ''الحق'' کے شماروں میں مختصر تاثرات کا اظہار کیا' پینتالیس سال قبل کی یہ چیزیں اب قارئین کیلئے بالکل نئی ہونگی' اسلئے اس سفر حرمین کی مناسبت سے یہ تاثرات بھی شریک کئے جارہے ہیں کہ اس سفر سے ان کا ایک تعلق ہے۔

موت العالم موت العالم: مدینہ طیبہ کے ایک مکتوب سے معلوم ہوا کہ حضرت العلامہ المحدث الشیخ محمد بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی کا طویل علالت کے بعد مورخہ ۲۸ راکتوبر ۱۹۶۵ء بمطابق یکم رجب بروز جمعرات انتقال ہوا۔ دوسرے دن نماز جمعہ کے بعد مسجد نبویؐ میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور جنت البقیع میں بالکل اہل بیت کی قبور کے قریب ان کو دفنایا گیا ___ مولانا مرحوم نے اپنی زندگی علوم نبویہؐ بالخصوص علم حدیث کی خدمت واشاعت میں صرف کی وہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے اجلہ تلامذہ میں سے تھے۔ فیض الباری شرح بخاری (چار جلدوں میں) کے ذریعہ انہوں نے حضرت شاہ صاحب کے امالی درس کو مرتب ومحفوظ کر کے علمی دنیا پر عظیم احسان کیا' ان کا دوسرا عظیم کارنامہ ترجمان السنۃ کی تالیف ہے۔ جس میں آپ نے نئے تقاضوں کی روشنی میں احادیث کے تراجم کی از سرنو ترتیب وتبویب اور اردو زبان میں نہایت محققانہ تشریح کا التزام فرمایا۔ جس کی کئی جلدیں شائع ہوچکی ہیں۔ مگر افسوس کہ علالت کی وجہ سے اس کتاب کی تکمیل نہ ہوسکی۔ تقسیم ہند کے بعد آپ نے مدینہ طیبہ ہجرت کی اور بالآخر سنت کے اس ترجمان کو صاحب سنت علیہ السلام کے قدموں میں جگہ ملی' زندگی کے آخری کئی سال بستر علالت پر گزارے' فالج اور ضعف کی وجہ سے خود کروٹ بھی نہ بدل سکتے' مگر پھر بھی آخر دم تک ارشاد واصلاح وعظ وتبلیغ بلکہ درس قرآن وحدیث تک کا سلسلہ جاری رہا۔ بہت بڑے عالم فاضل مناظر محدث اور مصنف ہونے کے علاوہ آپ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ بھی تھے اور زندگی کے آخری دور میں پاک وہند اور عرب ممالک کے علاوہ افریقی ممالک کے حجاج وزائرین نے خاص طور پر آپ سے روحانی فیض پایا۔ حضرت کے وصال کے بعد مدینہ طیبہ میں اب صرف جامع شریعت وطریقت مولانا عبدالغفور عباسی مہاجر مدنی کی مجلس علم وعرفان ہی رہ گئی ہے۔ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی کے وصال سے علم ومعرفت کی دنیا میں بہت بڑی خلاء محسوس کی جائیگی۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ وبرد اللہ مضجعہ ونور اللہ برہانہ۔ آمین۔ (ماہنامہ الحق دسمبر ۶۵ء ص ۵)

ہاں گیا ان سے مدینہ سے روانگی کا عرض کیا تو خلاف معمول کافی دیر تک محبت اور بڑی شفقت کا اظہار کرتے رہے' دیر تک سینہ سے چمٹائے رکھا اور سر پر ہاتھ پھیر کر علم وعمل کی دعائیں دیں۔ دین اور علوم دین کی حفاظت کی تاکید کرتے رہے' فرمایا کہ افسوس تم نے بالکل عین موقع پر جانے کا الٹی میٹم دے دیا اگر کل پرسوں آپ کہہ دیتے تو بہتر ہوتا۔ پھر کافی دیر تک حسب معمول میرے ساتھ عربی میں گفتگو کرتے رہے' پھر حاضرین مجلس سے کہا کہ یہ طالب علم نہیں عالم ہے ان کے والد بھی بڑا عالم ہیں۔ میں انہیں کافی عرصہ تک جامعہ اسلامیہ کا طالب علم سمجھتا رہا اور جب مجھے معلوم ہوا کہ جامعہ میں نہیں تو میں نے خصوصی توجہ کا ارادہ کیا مگر پھر ان سے ملاقات نہ ہوسکی اور عربی میں اس کے ساتھ اس وجہ سے گفتگو کرتا رہا کہ مجھے مدینہ منورہ میں بیٹھ کر دیگر زبانوں میں بات کرنے میں شرم آتی ہے مگر کیا کروں عربی نہ سمجھنے والوں کا مجمع لگا رہتا ہے' پھر مدینہ منورہ کی جدائی پر دردناک انداز میں روشنی ڈالی اور شعر پڑھے جو افسوس کہ محفوظ نہ رہ سکے۔ اس کے بعد قرآن مجید کے فوائد بیان کرتے رہے۔

شیخ مصطفیٰ سباعیؒ سے ملاقات: اور قبل از مغرب میں ان سے رخصت لے کر شیخ مصطفیٰ السباعی (۱) سے ملنے ان کے ہاں آیا شیخ اکیلے ایک کمرہ میں بستر علالت پر دراز تھے اور چلنے پھرنے سے لاچار تھے' بڑی خندہ روئی

---

(۱) شیخ مصطفیٰ السباعی کے بارہ میں میں نے سفر حج کی چند یادیں کے عنوان سے اپنے تاثرات ظاہر کئے ہیں' اس کا محرک حضرت مولانا بنوری قدس سرہ کی وفات کے بعد ماہنامہ ''بینات'' کا ان کے بارے میں خصوصی شمارہ بنا' ان تاثرات کا تعلق زیادہ تر مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کی ان ہی ملاقاتوں سے ہے' اس لئے یہاں شیخ سباعی سے متعلق حصہ دیا جارہا ہے اور آخر میں ان ہی کے عربی میں لکھے ہوئے اپنے سفر حج کے تاثرات کا کچھ حصہ بھی میری تمہیدی عبارت کے ساتھ شامل کیا گیا جس سے شیخ کے حرمین سے والہانہ تعلق وجذبات پر روشنی پڑتی ہے' حضارۃ الاسلام دمشق سے اس مضمون کا میں نے ترجمہ کر کے دو قسطوں میں الحق اپریل' مئی ۶۶ء میں شائع کیا' ہمارے موجودہ قارئین کے لئے یہ سب کچھ قند مکرر نہیں بلکہ پہلی ہی سوغات ہے۔

''عالم عرب کے ایک عظیم داعی اور محقق عالم علامہ شیخ مصطفیٰ السباعی مرحوم بھی اس سال حرمین الشریفین تشریف لائے تھے' شیخ مصطفیٰ السباعی شام کے باشندہ تھے' ان کا وقیع علمی مجلہ ''حضارۃ الاسلام'' دنیائے اسلام میں معروف ہے۔ کئی جلیل القدر کتابوں کے مصنف ہیں' منکرین حدیث اور بعض متجددین نے سنتِ رسول ﷺ کی حجیت کے خلاف جو ہنگامہ کھڑا کیا' اس کے اصل محرک یورپ کے بعض یہودی مستشرقین تھے' ہمارے ہاں بھی غلام احمد پرویز' ڈاکٹر فضل الرحمٰن جیسے لوگ ان معاندین اسلام پروفیسروں اور اسکالروں کا حق تلمذ ادا کرنے میں پیش پیش رہے۔ ادھر عالم عرب میں بھی مصر اور بیروت جیسے خطوں میں انہیں ''وفاشعار'' مستغربین ملے' ایسے ہی کچھ لوگوں نے حجیت وتدوین حدیث اور حدیث کے بعض اولین رواۃ اور مدونین کو نشانہ تحقیق بنایا۔ تو شیخ مصطفیٰ السباعی نے ان لوگوں کے رد میں قلم اٹھایا۔ اور ''السنۃ ومکانتھا فی التشریع الاسلامی'' جیسی جامع اور محققانہ کتاب لکھی' یہ کتاب جامعیت' سلاست بیان اور منکرین حدیث کا تعاقب اور پوسٹ مارٹم کرنے میں ایک مثالی کتاب ہے' اور ہمارے ہاں کے اہل علم کیلئے مطالعہ کی چیز ہے' ہمارے شیخ بنوریؒ بھی جب پاکستان میں اس فتنہ کی ہلاکت آفرینیوں سے بے چین ہوگئے تو انہوں نے ایک وقت پورے شدومد سے منکرین حدیث اور متجددین کے خلاف علم جہاد بلند کئے رکھا۔ اس ضمن میں آپ کی نظر شیخ مصطفیٰ السباعی کی مذکورہ کتاب پر پڑی اور مولانا محمد ادریس میرٹھی کے اردو ترجمہ وتشریح کیساتھ اس کتاب کو اپنے ادارہ سے ''سنت کا تشریعی مقام'' کے نام سے شائع کیا۔ خیر یہ تو اس ملاقات کے بعد (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور محبت سے ملے تعارف کے بعد دیر تک باتیں رہیں ان سے معلوم ہوا کہ وہ سات برس سے بستر علالت پر دراز ہیں او اس حالت میں بھی تالیف وتصنیف، اور محاضرات کا سلسلہ جاری ہے' فرمایا کہ میں اس حال پر بہت صابر وشاکر ہوں کہ صحت کی حالت میں ادھر ادھر کے مشاغل میں وقت ضائع ہوتا ہے' میں نے بھی تطییب خاطر کے لئے حضرت عمران بن حصین اور علامہ ابن اثیر کے بعض ایسے ابتلائی اور ان کے مثالی صبر وشکر کا ذکر کیا واقعات سنائے سن کر بے حد خوش ہو کے فرمایا' مجھے آرام کی چھٹی ملی تو میں نے اسے جوار رسول اللہ ﷺ میں گزارنے کو پسند کیا' میرے ارادہ سفر شام پر مجھے وہاں ملنے کی بہت تاکید کی' ٹیلیفون نمبرات اور اپنا کارڈ دیا اور کہا کہ وہاں پہونچتے ہی مجھے اطلاع دے دیں میں کسی

(گزشتہ سے پیوستہ)　　کی بات ہے جس کا میں ذکر کررہا ہوں___ شیخ مصطفیٰ السباعی مرحوم پر آخری سالوں میں فالج کا حملہ ہوا اور وہ چلنے پھرنے سے معذور ہوگئے۔ اسی دوران وہ حرمین الشریفین تشریف لائے۔ ایام حج سے قبل وہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے قریب ایک بوسیدہ اور خستہ سے مکان میں صاحب فراش تھے' میں تلاش کرتے پہنچا' بستر علالت پر دراز' چہرہ بالکل زرد' ضعیف وناتواں' مگر صبر وشکر کا عجیب حال' فرمایا کہ میں اس طویل بیماری کو اللہ تعالیٰ کی نعمت اس لئے بھی سمجھ رہا ہوں کہ صحت کی حالت میں ادھر ادھر کے مشاغل میں وقت ضائع ہوتا ہے' جب مجھے تبدیلی آب وہوا اور سیر وسیاحت کے لئے کہا گیا اور کچھ وقت ملا تو میں نے اسے جوار رسول اللہ ﷺ میں گزارنے کو پسند کیا۔ وہ مسجد نبوی میں حاضری سے بھی معذور تھے' مگر قرب حبیب بھی ان کیلئے عجیب تسکین وسرور کا باعث تھا کہ اپنی صحت میں تیزی سے تبدیلی محسوس کرنے لگے تھے' گونا گوں آلام واسقام نے انہیں نڈھال کردیا تھا' مگر عشقِ رسولؐ ' قربِ رسولؐ اور جذبات جہاد ودفاع حق نے آلام واسقام کو نعمتوں سے بدل دیا تھا' قیام مدینہ کے دوران انہوں نے ایک دن روضہ من ریاض الجنۃ میں منبر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک طویل قصیدہ ''مناجاۃ بین یدی الحبیب الاعظم'' کے عنوان سے قلمبند کیا' اور خود اسے مواجہ رسول اعظم ﷺ میں پیش فرمایا۔ جن میں مذکورہ کیفیات کا اظہار موجود ہے' اس قصیدہ کے چند اشعار یہ ہیں:

یاسیدی یا حبیب اللہ جئت الیٰ	اعتاب بابک اشکوا البرح من سقمی
یاسیدی قدتمادی السقم فی جسدی	من شدۃ السقم لم اغفل ولم انم
الاھل حولی غرقی فی رقادھم	انا الوحید جفاہ النوم من الم
قدعشت دھراً مدیداً کلہ عمل	والیوم لاشیئ غیر القول والقلم
یاسیدی طال شوقی الجھاد فھل	تدعوا الی اللہ عوداً عالی العلم
تااللہ مالھفتی البرء عن رغب	فی ذی الحیاۃ ولاجاہ ولانعم
وانما طمع فی ان تقول غداً	لقد ھدیتم الی الاسلام کل عم
ھیھات ان تنطوی للدین رایتہ	اویھزم الکفر دینا غیر منھزم
فاکرم الناس من کانت منیّتہ	فی حومۃ الحق جلداً غیر منھزم
واھون الناس من جاء ت منیّتہ	خلواً من الھم اوخلوا من الھمم
اشکوا الی اللہ شکوی غیر ذی جزع	فی شدۃ الضر وجھی وجہ مبتسم
مافی قضائک ظلم للعباد ولا	فیہ الاساءۃ بل محض من الحکم

اس قصیدہ کے بارے میں خود شیخ مصطفیٰ السباعیؒ فرماتے ہیں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کو بھیج کر آپ کو بلوالوں گا۔ ان کی تصانیف کا ذکر آیا تو فرمایا کہ میری ایک کتاب بھی نہ خریدیں میں اپنے تمام تصانیف آپکو دے دوں گا انکے اخلاق اور خوش مزاجی سے بے حد متاثر ہوا انہوں نے حکم دیا کہ خود المباری سے شامی حلاوۃ

(گزشتہ سے پیوستہ) وھی قصیدۃ طویلۃ اتجھت فیھا بالدعاء الی اللہ والتجاء ت الی حرم رحمۃ الواسعۃ وذکرت فیھا رسول اللہ ﷺ ومعجزاتہ فی شفاء المرضی فی حیاتہ علیہ السلام ...... وکنت فی کل لیلۃ یؤرقنی فیھا شدۃ الالم ازیدفی تلک القصیدۃ حتی تم منھا حینئذ مایقرب من مائۃ بیت . (حضارۃ الاسلام ج ۵' ص ۲۷۳)
-مدینہ منورہ میں شیخ سباعیؒ کے ساتھ یہ میری مختصر ملاقات تھی' یہ ۲۹ر ذیقعدہ ۱۳۸۳ھ جمعۃ المبارک کی شام کا واقعہ ہے' حضرت شیخ سباعی صاحبؒ نے مجھے ایک طالب علم سمجھ کر اپنی عالمانہ شفقت ومحبت سے نوازا' وہ خود بستر سے جو زمین پر بچھا ہوا تھا' اٹھ نہیں سکتے تھے مگر مجھے حکماً کہا کہ سامنے المباری سے شامی حلاوۃ کا ڈبہ اٹھا کر لاؤں' اور ان کے سامنے اس میں سے کچھ کھالوں' تا کہ کچھ تو ضیافت ہو جائے' اس کے بعد ان کی ضیافت وشفقت ان کے نہایت وقیع مجلّہ ''حضارۃ الاسلام'' کی شکل میں جاری رہی جو ابھی کچھ عرصہ قبل تک ہر ماہ میرے لئے حلاوۃ معنوی وفکری کا موجب بنتی رہی۔ ایام حج قریب ہوئے تو شیخ سباعیؒ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے' مناسک حج سے فراغت کے بعد طالب علمانہ تشنگی کی بناء پر پھر مجھے عالم عرب سے آئے ہوئے اعیانِ علم وفضل کی زیارت کی خواہش ہوئی۔ شیخ مصطفیٰ السباعیؒ اس وقت حرم مکہ کے قریب ''فندق شبرا'' میں مقیم تھے اور یہ ہوٹل عرب علماء اور شیوخ کی آرام گاہ بنا ہوا تھا' ۲۲ر اپریل ۱۹۶۴ء بمطابق ۱۴ر ذی الحجہ میں فندق شبرا گیا یہاں شیخ کے علاوہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ' استاذ سعید رمضان' السید محمد اعلیٰ الکتانی' احصاء کے قاضی القضاۃ قاضی منصور وغیرہ سے بھی ملاقاتیں رہیں۔ جناب مصطفیٰ السباعیؒ کے ساتھ بات چیت میں مودودی صاحب کا ذکر آیا اور ہندوستان کے مولانا ابوالحسن علی ندوی کا بھی' ان کا میری بعض باتوں سے اتفاق تھا' اور فرمایا کہ اول الذکر پر عقلیت کا غلبہ ہے' جبکہ ثانی الذکر پر روحانیت کا' فرمایا المودودی رجل عقلی والشیخ الندوی رجل روحانی' پھر پاکستان سے آئے ہوئے علمائے کرام کا بھی ذکر ہوتا رہا۔ جناب سباعیؒ نے فرمایا مجھے مولانا محمد یوسف صاحب سے ملنے کا اشتیاق ہے' اس سال چونکہ اس نام کے بعض اور اکابر بھی وارد حرمین ہوئے تھے' ایک مولانا محمد یوسف شاہ میر واعظ کشمیر دوسرے جماعت تبلیغی کے شیخ التبلیغ مولانا محمد یوسف دہلوی' تیسرے حضرت علامہ محمد یوسف بنوری نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ' اس لئے جناب شیخ سباعی مرحوم ومغفور نے ایک ایک کا نام گنوا کر اور تجزیہ کرتے ہوئے الگ الگ ایک ایک کا تعارف سنا اور فرمایا کہ مجھے شیخ محمد یوسف بنوریؒ سے ملنے کی آرزو ہے' اور میں مرنے سے قبل ان سے حدیث کی اجازت لینا چاہتا ہوں' کاش کوئی صورت اس کی بن سکے۔ میں نے جناب سباعیؒ سے کہا کہ یہ میری ذمہ داری ہے' میں حضرت بنوریؒ کو یہاں لے کر آؤں گا' فرمایا ہرگز نہیں' یہ تو بے ادبی ہے' اور شانِ طالب علمی کے خلاف ہے' کسی طرح مکان اور وقت کا تعین ہو جائے تو مجھے خود ان کے پاس لے چلیں' میں نے کہا لیس علی المریض حرج۔ اس کے بعد میں نے ایک دن حضرت بنوریؒ سے سباعی صاحبؒ کی ملاقات اور ان کے اس اشتیاق کا ذکر کیا' حضرتؒ بنوری نے فرمایا' وہ ایک جلیل القدر عالم اور اسلام کے خادم ہیں' میں انہیں کیا اجازت حدیث دوں گا' البتہ ملاقات اور زیارت کے لئے ضرور چلیں گے' اس کے بعد ایک دن حضرت بنوریؒ میرے ساتھ فندق شبرا تشریف لے گئے' شیخ سباعیؒ کو معلوم ہوا تو عجیب کیفیت ان پر طاری ہوئی' دیر تک محفل رہی' دونوں اپنی جگہ تواضع اور مسکنت میں ڈوبے ہوئے تھے' اس مجلس میں جناب سباعیؒ کی دیرینہ مراد بر آئی' اور انہوں نے باصرار حضرت بنوریؒ سے صحاح ستہ اور احادیث کی دیگر کتابوں میں سند حاصل کی۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(مٹھائی) نکال کر لے لوں یہ انکا اکرام ضیف کا جذبہ تھا خود اٹھنے سے معذور تھے' مگر ضیافت کو نہ چھوڑا شام قریب تھا

(گزشتہ سے پیوستہ) داعی کبیر بطل اسلام شیخ مصطفیٰ السباعی علیہ الرحمتہ جن کا پچھلے سال دمشق میں انتقال ہوا۔ ملت اسلامیہ کے ان مخلص قائدین میں سے تھے جن کی زندگی کے تمام لمحات دینی دعوت اعلاء دین کی جان سوزی اور کلمتہ اللہ کی سربلندی کی جدوجہد میں صرف ہوئے دعوت وتبلیغ تصنیف وتالیف جہاد وسرفروشی کا کوئی محاذ ایسا نہ تھا جس کی صف اول پر ملت کے اس غمخوار نے باطل کا مقابلہ نہ کیا ہو۔ اس علم وشہرت کے باوجود ان کا دل اسلاف کی محبت سے معمور اور علمی گھمنڈ وغرور سے پاک تھا۔ اور طویل جانگسل علالت کے دوران صبر ورضا کے وہ نقوش ثبت کئے جسکی نظیر مشکل سے ملے گی خوش قسمتی سے اسی سفر حجاز کے دوران جس کے تاثرات آپ نیچے پڑھیں گے اس ناچیز کو بھی مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ میں ان سے کئی بار ملنے کی سعادت حاصل ہوئی بستر مرگ پر دراز ہونے کے باوجود ان کی ہر بات اسلام کے سوز سے لبریز تھی اور ملتِ مسلمہ کے نشاۃ ثانیہ کیلئے ان کا دل تڑپ رہا تھا۔ (سمیع الحق)

میری خواہش نہیں تھی کہ اپنے پچھلے سال کے سفر بیت اللہ الحرام اور اداء شعار حج کے بارہ میں کچھ لکھتا۔ مگر اس سفر مبارک کے بعض مفید اور عبرت انگیز ونصیحت آموز مشاہدات نے مجھے "حضارۃ الاسلام" میں اپنے تاثرات کے اظہار پر آمادہ کیا۔ بارگاہِ خداوندی سے امید ہے کہ اس تحریر کے اغراض ومحرکات کے بدلے مجھے اجر وثواب ملے اور قارئین کے دلوں میں جاگزیں ہو کر بہترین نتائج پیدا ہوں۔ اس سے قبل بھی دو مرتبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اداء شعائر حج کی توفیق دی۔ پہلی مرتبہ ۱۳۶۴ھ اور دوسری مرتبہ ۱۳۷۱ھ میں جبکہ میں نے کلیۃ الشریعۃ دمشق کے اساتذہ وطلبہ کی جماعت سمیت بلاد مقدسہ کی زیارت کی۔ اسکے بعد میں دو سال تک اس شدید مرض فالج کا شکار رہا جسکے تکلیف دہ اثرات کو اب تک برداشت کرتا رہا ہوں۔ درآنحالیکہ میں خداوند قدوس کے پے درپے انعامات واکرامات اور اسکی مرضیات قضاوقدر کے فیصلوں پر صابر وشاکر ہوں۔ میرا قلم اللہ عزوجل کی قدرتِ کاملہ، جلالت قدسہ کے اظہار اور احسانات عظیمہ کے حق شکر وحمد ادا کرنے سے قاصر ہے۔ پچھلے رمضان المبارک میں اچانک میری مرض میں اضافہ ہوا اور دوکرب اور تکلیف کے ایسے عوارض پیش آئے کہ اس طویل مرض میں مجھے پہلے انکا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ بالخصوص رمضان کی آخری مبارک راتوں میں مرض کی شدت انتہا کو پہنچ گئی۔ درد وآلام کے مارے میری آنکھ نہ لگتی اور رات بھر کروٹیں بدلتا رہتا۔ ان طویل راتوں کی تنہائی میں تفکرات وآلام کے ہجوم کے دوران بارگاہِ خداوندی میں فریادرسی کیلئے ایک قصیدہ موزوں ہوا جس کا عنوان ہے۔ **یا سائق الظعن نحوالبیت و الحرم و نحوطیبۃ تبغی سید الامم**

اور کئی راتیں جب درد واذیت کے صدمے ناقابل تحمل ہو جاتے تو مجھ پر رقت طاری ہو جاتی، دل ودماغ میں جذبہ شوق کے طوفان اٹھنے لگتے اور بارگاہِ خداوندی میں نالۂ وشیون کا ظہور اس قصیدہ کے اشعار کی شکل میں ہوتا رہا اور اندرونی جذبات ابیات کے قالب مین ڈھلتے رہے۔ اسی سوز وساز میں تقریباً ایک سو اشعار موزوں ہوئے۔ اس طویل قصیدہ میں مین نے بارگاہِ قدس میں دامن سوال پھیلایا ہے۔ اور اس سے اس کی حرم کی رحمت تک رسائی کی التجائیں کی ہیں۔ حضورﷺ اور ان کے مقدس و پاکیزہ روضۂ مطہرہ دیارِ پاک کا ذکر کیا ہے جہاں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دعوت خالدہ اور ابدی پیغام کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔ نیز اس قصیدہ میں ضعفاء اور مریضوں کی شفاء میں حضورﷺ کے اعجاز مسیحائی اور معجزات باہرہ کا تذکرہ بھی آیا ہے۔ اس کے بعد اشہر حج شروع ہوئے اور میری بیماری دن بدن شدت اختیار کر رہی تھی۔ دعوت حق ندائے ابراہیم خلیل علیہ السلام پر لبیک کہنے والے خوش نصیبوں کی روانگی حجاز مقدس شروع ہو چکی تھی۔ اچانک میرے دل میں بھی یہ تڑپ اور ولولہ بیدار ہوا کہ سفر حج کی مشقتوں میں میں بھی اس کاروانِ عشاق میں شامل ہو جاؤں شاید عرفات کی مبارک شام کی رحمتیں اور برکتیں مجھے بھی اپنے اندر سمیٹ لیں اور اللہ تعالیٰ کی وہ خوشنودی مجھے بھی نصیب ہو جس کی بشارتیں احادیث صحیحہ میں دی گئی ہیں۔ اس جذبہ کے جاگ اٹھنے پر میں نے پاسپورٹ کیلئے کوشش شروع کی۔ ادھر میرے خویش واقارب احباب ورفقاء کو اس ارادے سے سخت حیرت ہوئی اور ازراہِ شفقت اس زار ونزار جان بلب مریض کو اس طویل سفر سے باز رکھنے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رخصت لیکر چلا آیا مسجد سے متصل مدرسۃ الشرعیۃ کے دارالاقامہ میں مولانا شیر محمد سندھی (۱) سے بھی رخصت لینے گیا۔ وضو فرما رہے تھے بڑی خوشی ظاہر کی اورالوداعی دعائیں دیں۔

(گزشتہ سے پیوستہ) کی کوششیں کیں جو ضعف کے مارے بستر علالت پر خود کروٹ بھی نہ لے سکتا تھا۔ بالآخر جب انہیں میرے بارہ مین مایوسی ہوئی تو باصرار سب نے مشورہ دیا کہ مین اولاً مدینہ طیبہ جاؤں اور موسم حج کے اختتام تک وہاں رہوں پھر بعد از موسم حجاج کرام کے ہجوم واژدحام ختم ہونے پر بغرض عمرہ مکہ معظمہ چلا جاؤں۔ مگر میں نے سوچا کہ اس سے بڑھ کر بدقسمتی اور خسارہ کیا ہوگا کہ اتنا قریب رہ کر بھی میں عرفات کی اس مخصوص رحمت و برکت سے محروم رہوں جو حضرت حق جل مجدہٗ کی جانب سے اس کے وفاشعار بندوں پر اس دن نازل ہوگی اور رحمت سمیٹنے کا یہ قیمتی موقع کھونے کے بعد وہاں جاؤں میں نے اٹل فیصلہ کیا کہ مجھے سعادت حج حاصل کرنی ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ کی جو مرضی ہو۔ اگر وہ مجھے بسلامتی واپس لوٹائے تو دولت ایمان وسعادت زیارت حرمین لیکر آجاؤں گا۔ اور اگر اس نے وہاں ہی میری موت کا فیصلہ کیا ہو تو زہے نصیب دیار محبوب کی موت اور وصال کی نعمت۔ جس کیلئے میں شدت سے بیتاب ہوں۔ اس سے قبل بیماری کے دوران ہی مجھے تین مرتبہ یورپ جانا پڑا۔ اور ہسپتالوں میں بغرض علاج داخل ہوا۔ میرا آخری سفر یورپ گذشتہ جولائی ۱۹۶۳ء کو ہوا۔ اور وہاں مجھے دماغ کا آپریشن کرانا پڑا۔ ان اسفار میں ہر مرتبہ اور ہر شہر میں مجھے مختلف ممالک کے ایسے مخلص بھائی ملے جو ہر وقت میری تیمارداری اور آرام وراحت پہنچانے میں لگے رہتے محض دینی اور اسلامی رشتہ کی خاطر ایک اجنبی کیلئے رات بھر جاگتے اور ایک مسافر مریض کی پریشانیوں کا بوجھ اٹھاتے۔ پھر کیا اللہ تعالیٰ اس سفر میں مشفق ساتھیوں سے میری دستگیری نہیں فرماوے گا۔ جو سفر کی کلفتوں اور نقل و حرکت کی صعوبتوں میں میری مدد کریں۔ جبکہ میں اس کی بارگاہ عالی میں شفایابی حاصل کرنے جارہا ہوں۔ ان تصورات سے میری ڈھارس بندھ جاتی۔ میرا حوصلہ اور بھی بلند ہونے لگا۔ اور وہ مبارک گھڑی بالآخر آپہنچی اور میں ۲۳/ذی قعدہ کو دمشق سے روانہ ہوکر مدینہ منورہ پہنچا اور بارہ روز تک وہاں ٹھہر کر مکہ معظمہ چلا گیا اور تیسری مرتبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فریضہ حج کی ادائیگی کی توفیق دی۔ حج کے بعد چند دن تک مکہ معظمہ کی روح پرور فضاؤں سے لطف اندوز ہوتا رہا اور وہاں سے دوبارہ مدینہ طیبہ لوٹا وطن کی واپسی سے قبل چند دن مزید جوار رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سعادت حاصل کروں۔ لیکن مدینہ طیبہ میں مجھے اچانک ایسی شدید گرمی کا سامنا کرنا پڑا جسکی تاب میرا نحیف ونزار جسم نہیں لاسکتا تھا۔ چنانچہ جلد ہی حجاز کے بہترین اور خوبصورت گرمائی مقام طائف میں چند دن ٹھہرنے کے خیال سے مجھے دوبارہ مکہ معظمہ واپس ہونا پڑا۔ طائف جس سے حضور نبی کریم علیہ السلام کی حیات مبارکہ کے عبرت انگیز واقعات وابستہ ہیں یہاں کا موسم بھی ایک حالت پر نہیں رہتا۔ فالج اور اعصابی مریض کے لئے ایسا موسم بہت مضر رہتا ہے۔ اس لئے چند دن مکہ معظمہ میں ٹھہر کر میں نے واپسی کا عزم کرلیا۔ تاکہ گرمی کا باقی موسم دمشق ہی میں گذار سکوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس تقریب سے ان چند انعامات خداوندی کا ذکر کروں جس سے مجھے خداوند تعالیٰ نے اس سفر میں نوازا اور یہاں کے خیر وبرکت کے بارہ میں میرے تصورات، مشاہدات اور یقین سے بدل گئے۔

(۱) <u>مولانا شیر محمد اور تعزیتی اداریہ:</u> کتنی رشک آفرین تھی وہ پاکیزہ زندگی جو پاکستان کے ایک گمنام فرزند حضرت مولانا شیر محمد صاحب سندھی مہاجر مدنی نے مدنی آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مجاورت کے شوق میں مدینہ طیبہ کے ایک گوشہ خلوت میں بسر کی' انہوں نے اپنے وطن سندھ کو خیرباد کہا' تمام خویش واقارب متوسلین اور وابستگان کی ایک جماعت سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مدینہ طیبہ کی غریبانہ سکونت کو ترجیح دی' تقریباً سترہ سال وہاں رہے اور بالآخر ۸۵ برس کی عمر میں ۱۶/ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ کو اپنے محبوب حقیقی سے جاملے' اور جگہ بھی اپنے محبوب مدنی کی آل اطہار کے قدموں میں پائی۔ انہوں نے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری' حضرت مولانا تھانوی' حضرت مولانا تاج محمود امروٹی (رحمہم اللہ) جیسے اکابر سے تربیت وفیض حاصل کیا' اس دور میں جیسا کہ معاصر علماء کا اعتراف ہے۔ بلاشبہ وہ مناسک حج کے امام تھے' حضرت الامام مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے مختصر رسالہ "زبدۃ المناسک" کو انہوں نے برسوں کی محنت اور تحقیق (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۳۰رذیقعدہ ۸۳ھ۔۱۲رمارچ بروز ہفتہ: آج صبح روانگی کا پروگرام تھا مگر برادرم سعید الرحمٰن کی خواہش پر شام تک سفر ملتوی کر دیا ہمارے اقامت گاہ کے قبائلی رفقاء حاجی گل حسن صاحبزادہ اسعد بنوری اور حاجی گل شیر آفریدی دو کاریں لے کر چلے گئے ہم دوپہر تک سامان وغیرہ کی تیاری میں لگے رہے بعد از ظہر مولانا کے ہاں کھانا کھایا' دیر تک مجلس رہی اور بعد از عصر مواجہہ سردار دو جہان علیہ الصلوۃ والسلام میں آخری حاضری دی۔ ولا جعلها اللہ آخر عہد بہ وبمسجدہ۔ بادیدۂ پرنم وچشم گریاں رخصت لی اے اللہ اس حقیر ذرہ کو آپ نے جب یہ شرف دیا اب اس کو اس آفتاب جہانتاب کے شعاعوں سے بھی منور فرمادے اور اس زیارت کو قبول کر کے توجہات محمدیہ کی ضیا پاشیوں سے بھی پرنور بنا دیجئے' اور لغزشات سے درگزر فرمادے۔ **الوداع یا حبیب اللہ الوداع یا شفیع المذنبین الوداع یا من ادیت الامانۃ و وفیت العھد العھد وبلغت الرسالۃ الصلوۃ والسلام علیک یا من بشرۃ اللہ بکرامتہ رحمتہ فی حق الامۃ عن ظلموا انفسھم حیث قال ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاء وک فاستغفروا اللہ واستغفرلھم الرسول لوجد واللہ تواباً رحیماً الایۃ.**

شیخ عباسی اور دیگر شیوخ سے الوداعی ملاقات:

بعد از عصر شیخ عباسی سے بھی آخری ملاقات رہی وہاں بحرین کے قاضی اور دیگر بعض شیوخ سے حضرت نے تعارف کرایا اور حضرت والد صاحب کے احوال انہیں سنائے رخصت لی' برادرم عبداللہ' حسن جان اور لطف اللہ عباسی اڈہ تک چھوڑنے ساتھ گئے' کئی موٹروں سے بات ہوئی آخر میں ایک کاروالے نے بعد از نماز مغرب یہ کہہ کر جانے سے انکار کر دیا کہ حکومت نے بعد از مغرب سفر کی ممانعت کی ہے اگر ہم چلے بھی جائیں تو پہلے ہی چنگی۔ عنبریہ۔ میں روک دینگے۔ ہم خوش ہوئے کہ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ الحمد للہ کہ جوار رسول اور مدینہ طیبہ میں ایک رات اور بھی نصیب ہوئی' مغرب اور عشاء کی نمازیں موقف مکہ کے مسجد سباق (گھوڑ دور) میں پڑھیں سامان گاڑی سے اتر وا کر دوریال پر ایک قہوہ خانہ میں رکھا اور ہم اپنے رفقاء کیساتھ جامعہ چلے گئے' رات وہاں گزاری

(گزشتہ سے پیوستہ) سے ایک ضخیم کتاب کی شکل دی آخر عمر تک حج وزیارت کے مناسک ومسائل کی تحقیق اور تنقیح ان کا محبوب مشغلہ رہا۔ دوسال قبل راقم کو قیام مدینہ کے دوران ان کی زیارت کی سعادت بار ہا حاصل ہوئی (جبکہ وہ باب بصری میں مدرسۃ الشرعیۃ کے دارالاقامہ کے کنج عزلت میں مقیم تھے اور ضعف (پیرانہ سالی میں تمام حوائج ضروریہ خود انجام دیتے) جب بھی انکی خدمت میں حاضری کا موقعہ ملا زبدۃ المناسک کے تعلیقات حواشی اور حک واضافہ میں انہیں مصروف پایا۔ صحن میں ایک پھٹی چٹائی پر بیٹھے اور ارد گرد انہی احکام کے مسودات بکھرے ہوتے' فرمایا کرتے تھے کہ "اس بارہ میں میری مثال اس بڑھیا کی مانند ہے ذرا بھی فرصت پاتی تو چرخہ کاتنے بیٹھ جاتی۔" بایں ہمہ علم وفضل اور زہد ومشیخت اس فنافی اللہ کی سادگی وارفتگی اور عجز وانکسار کا یہ عالم تھا کہ انہیں دیکھ کر یہ گمان بھی نہ ہوسکتا کہ یہ گدڑی پوش فقیر ایک برگزیدہ عارف باللہ اور اپنے وقت کے مناسک حج کا امام ہے' کیا اچھا ہوا گران کے اخلاف اور متوسلین سے کوئی صاحب ان کی سوانح اور مقامات رفیعہ کو قلمبند فرما کر یہاں کے دینی طبقوں کو "زبدۃ المناسک" کے اس جلیل القدر شارح کے احوال سے روشناس کراسکے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ ونور اللہ ضریحہ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔ (الحق جون ۱۹۶۶ء صفر ۱۳۸۶ھ ص ۴)